اقبال اور دورِ ابلیسیت

حافظ عاکف سعید

آج کے سیمینار کا موضوع نہایت اچھوتا ہے یعنی ''اقبال اور دورِ ابلیسیت''۔ اس حوالے سے یہ بات اصولی طور پر نوٹ کر لیجئے کہ تخلیق آدم سے لے کر آج تک کوئی دور ایسا نہیں آیا جس میں ابلیس نے اپنی شکست تسلیم کی ہو اور وہ اپنے اس چیلنج سے دست کش ہو گیا ہو جو اس نے اللہ کو دیا تھا۔ ایک لمحے کے لئے بھی اس نے اپنی ہار اور شکست تسلیم نہیں کی۔ وہ مسلسل سرگرم عمل ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت ۱۶ میں ابلیس کے اس چیلنج کا ذکر ہے کہ ﴿...... لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ ''(پروردگار!) میں تیری صراطِ مستقیم پر لازماً گھات لگا کر بیٹھوں گا (اور تیرے بندوں کو تیرے راستے سے برگشتہ کروں گا)۔'' پھر اس کے لئے اس نے مہلت بھی مانگی کہ ﴿اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝﴾ ''قیامت تک کے لئے مجھے مہلت عطا فرما۔'' سورۃ ص میں ابلیس کے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں: ﴿فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝﴾ ''(پروردگار!) تیرے جلال کی قسم ہے میں ان سب کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔'' چنانچہ ابلیس کی فتوحات کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوا' ہاں وقتی طور پر نوع انسانی کا ایک جزوی حصہ تقریباً ہر دور میں اسے شکست دینے میں کامیاب رہا ہے' لیکن اس کی عملداری تخلیق آدم سے لے کر آج تک کسی نہ کسی شکل میں چلی آ رہی ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ تاہم یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ آج فیصلہ کن طور پر ابلیس کا غلبہ ہے اور وہ محض دنیا داروں پر نہیں بلکہ اہل مذہب اور اہل اللہ سب پر غالب ہے' الا ماشاء اللہ۔ اسی کا دوسرا نام دجالی دور ہے۔

دورِ ابلیسیت کو سمجھنے کے لئے پہلے یہ دیکھنا ہو گا کہ ابلیسیت سے کیا مراد ہے! ابلیس کا اصل چیلنج چونکہ یہ تھا کہ میں نوع انسانی کو صراط مستقیم سے برگشتہ کروں گا' لہٰذا اس حوالے سے ابلیسیت کی حقیقت کو سمجھنا آسان ہے جو بھی چیز صراط مستقیم یعنی آسمانی

ہدایت سے ہٹی ہوئی ہو' وہ ابلیسیت کا مظہر ہے۔ خواہ اس کا تعلق فکر سے ہو یا عمل سے' نظریئے سے ہو یا عقیدے سے' انفرادی معاملات سے ہو یا اجتماعی معاملات سے' ہدایتِ ربانی سے گریز کی ہر صورت ابلیسیت ہی کی مظہر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معین کردہ صراطِ مستقیم سے متصادم کوئی بھی چیز خواہ وہ عقل و دانش کے مرعوب کن عنوان کے تحت ہو یا فلسفے اور نظریات کی صورت میں' وطن پرستی کے خوشنما عنوان سے ہو یا جمہوری آزادی کے دلفریب نعرے کی بنیاد پر' سیکولرازم کے خوش کن عنوان کے تحت ہو یا اباحیت پرستی کے پُرکشش نعرے کی صورت میں' یہ سب ابلیسیت ہی کی شکلیں ہیں۔

کلامِ اقبال کا بغور مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اقبال نے ابلیس کو غیر معمولی اہمیت دی ہے' اور اس کا سبب بھی بآسانی سمجھ میں آتا ہے۔ اقبال دورِ حاضر کے عظیم ترین ترجمان القرآن ہیں' اور قرآن مجید میں ابلیس کو غیر معمولی اہمیت دی گئی' قصہ آدم و ابلیس قرآن حکیم میں سات مرتبہ دہرایا گیا ہے' اسی کا عکس اقبال کے کلام میں نظر آتا ہے۔ سورۂ فاطر کی آیت ۶ میں سختی کے ساتھ تاکید ہے ﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ﴾ ''اے انسانو! یہ شیطان تمہارا دشمن ہے''۔ یہاں جھنجوڑا جا رہا ہے کہ یہ جو قرآن میں ابلیس کا ذکر بتکرار ہو رہا ہے اور بار بار اس کی دشمنی کا حوالہ آیا ہے' تو جان لو کہ یہ کوئی خیالی و وہمی یا تخیلاتی و تصوراتی قسم کی بات نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ﴿فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا﴾ ''تو اسے اپنا دشمن ہی سمجھو''۔ اسے اپنے رقیب کا درجہ دو اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاؤ۔ اسی طرح فرمایا گیا ﴿وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ ''دیکھو کہیں یہ سب سے بڑا دھوکے باز (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے اور فریب میں مبتلا نہ کر دے۔'' کہیں تمہاری آنکھوں پر فریب کا پردہ ڈال کر تمہیں حقائق سے غافل نہ کرنے پائے۔ اس اعتبار سے اقبال نے ابلیس کی اہمیت کو سمجھا اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ اس کی فریب کاری کا پردہ چاک کیا۔ اقبال اپنے بارے میں خود یہ بات فرماتے ہیں کہ مظاہر کے پردے کو چیر کر وجود کی حقیقت تک ان کی رسائی تھی۔ ع ''گاہ مری نگاہِ تیز چیر گئی دلِ وجود''۔ یہ امر واقعہ ہے کہ ان کی زندگی

میں ایسے غیر معمولی لمحات آتے تھے۔ انہیں اللہ نے یہ خاص وصف عطا کیا تھا۔ بلاشبہ وہ حقیقت بیں نگاہ کے مالک تھے۔ ؎

می شود پردۂ چشم پر کاہے گاہے

دیدہ ام ہر دو جہاں را بہ نگاہے گاہے!

یعنی کبھی ایسے لمحات بھی آتے ہیں کہ میری آنکھ کا پردہ اتنا باریک ہو جاتا ہے اور نظر میں اتنی تیزی آ جاتی ہے کہ میں دونوں جہان ایک نگاہ میں دیکھ لیتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے جیسے اشتراکیت کا پردہ چاک کیا یہ انہی کا حصہ تھا۔ فرماتے ہیں۔ ؎

زمامِ کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا!

طریقِ کوہ کن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی

اسی طریقے سے ابلیس کے ہتھکنڈوں کو بھی انہوں نے بڑی خوبصورتی سے نمایاں کیا ہے۔ چنانچہ ابلیس کے ایک مشیر کی زبان سے کہلوایا ہے کہ آج صوفی و ملا بھی درحقیقت ابلیسی نظام ہی کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ ہمیں احساس ہی نہیں کہ ابلیس کس طریقے سے ہماری صفوں کے اندر سرایت کئے ہوئے ہے۔ ابلیس کا ایک مشیر کہتا ہے ؎

یہ ہماری سعیٔ پیہم کی کرامت ہے کہ آج

صوفی و ملا ملوکیت کے بندے ہیں تمام

ابلیسیت کے مظاہر میں سب سے بڑا مظہر انسان کو اللہ کے مقابلے میں ایک باغی کی حیثیت سے لا کھڑا کرنا ہے۔ ملوکیت سے مراد کسی شخص کا یہ دعویٰ کرنا ہے کہ سیاسی حوالے سے کُل اختیار اور بالادستی میرے پاس ہے' جبکہ اقبال کہہ رہے ہیں کہ ؎

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے

حکمراں ہے اک وہی' باقی بُتانِ آزری

اس حوالے سے ملوکیت بھی اپنی اصل کی اعتبار سے بہت بڑا شرک ہے۔ اسی طرح جمہوریت بھی' اگر وہ اسلام کی حدود سے آزاد ہو تو بہت بڑا شرک ہے' اس لئے کہ اس میں سروری اللہ کے لئے نہیں ہے بلکہ جمہور کے لئے ہے۔ صوفی و ملا کو یہ معلوم ہی نہیں

کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے' اقوامِ عالم کس بڑے شرک میں مبتلا ہیں' شرک آج غیر محسوس طریقے پر مادہ پرستی اور وطن پرستی کی صورتوں میں جلوہ گر ہو رہا ہے۔ جبکہ اقبال کی نگاہ تیز نے اس بات کو دیکھا اور پہچانا۔ بلاشبہ اللہ نے انہیں ''براہیمی نظر'' عطا فرمائی تھی ؎

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں!

اس دور میں ابلیسیت کے مظاہر میں سب سے بڑا مظہر یہ ہے کہ ابلیس نے پورے کرۂ ارض پر فرعونیت کو ایک نظام کی صورت میں غالب کر دیا ہے۔ پہلے ابلیس عام طور پر افراد کو شکار کرتا تھا' لیکن اب چونکہ اجتماعیت کا دور ہے' لہٰذا اجتماعی اعتبار سے ابلیس نے یہ غلبہ ''نیو ورلڈ آرڈر'' کی صورت میں حاصل کر لیا ہے جس کا نعرہ آج امریکہ نے لگایا ہے جو ''سول سپریم پاور آف ارتھ'' ہے۔ اصل کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو یہ نیو ورلڈ آرڈر' جیو ورلڈ آرڈر ہے۔ لیکن درحقیقت یہ سب سے بڑا ابلیسی نعرہ ہے' اللہ کے خلاف سب سے بڑی بغاوت ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر دراصل فرعونیت اور قارونیت کا مجموعہ ہے' یہ بدترین استحصالی نظام ہے۔ ایسے نظام میں ایک عام انسان کا اللہ کی توحید اور اللہ کی بندگی پر قائم رہ جانا انتہائی مشکل بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔ اسی کا نام دجالیت ہے۔ احادیث کی رُو سے دجالی فتنے کے دور میں کسی شخص کا ایمان پر قائم رہنا اتنا ہی مشکل ہو گا جیسے اپنی ہتھیلی پر انگارے رکھ کر اسے برداشت کرنا۔

دوسرا کام جو ابلیس نے اس دور میں کیا ہے اور جس سے اس کی بالا دستی ثابت ہوئی ہے' وہ انسان کو شرفِ انسانیت سے محروم کرنا ہے۔ اس کے لئے اس نے دو طریقے اختیار کئے ہیں۔ ایک سود' دوسرے مادر پدر آزادی۔

سود کی حقیقت کو بھی اقبال نے خوب سمجھا۔ فرماتے ہیں ؎

از ربا جاں تیرہ دل چوں خشت و سنگ
آدمی درّندہ بے دندان و چنگ

یعنی سود خوری کے نتیجے میں انسان کا باطن تاریک اور اس کا دل اینٹ اور پتھر کی طرح

ہو جاتا ہے اور سود خور شخص ایک ایسے درندے کی مانند ہے جس کے دانت اور پنجے نہ ہوں۔ سود کے ذریعے سے معیشت میں تقسیم دولت کا نظام ایسی غلط بنیادوں پر استوار ہوتا ہے کہ جس کے نتیجے میں ایک طرف دولت کا ارتکاز جبکہ دوسری طرف محرومی جنم لیتی ہے۔ اس کا سب سے بڑا مظہر آج ہمارا اپنا معاشرہ ہے کہ جس کا ایک بڑا حصہ نہایت تیزی کے ساتھ غربت کی لکیر (Poverty line) سے نیچے جا رہا ہے۔ پاکستان میں رفتہ رفتہ مڈل کلاس ختم ہو رہی ہے۔ ایک طرف محرومی بڑھ رہی ہے' دوسری طرف ارتکاز دولت بڑھ رہا ہے۔ فقر کی ایک انتہا انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے جبکہ ارتکاز دولت کی صورت میں انسان کی حیوانیت اس پر غالب آ جاتی ہے اور وہ اشرف المخلوقات کی صفات سے عاری ہو کر درندے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

ابلیس نے انسان کو اس کے مقام سے گرانے کے لئے جو دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے' وہ آزادی کے نام پر فحاشی اور عریانی کا فروغ ہے۔ وہ اپنے اصل کام یعنی انسان کے جسم سے لباس اتروانے اور اسے شرم و حیا کے پاکیزہ جذبات سے محروم کرنے میں کامیاب رہا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج انسان اخلاقیات اور معاشرتی اقدار میں بالکل حیوان کی سطح پر آ چکا ہے۔ چنانچہ اس طرح ابلیس نے آدمی کو انسانیت کے اعلیٰ و ارفع مقام سے گرا کر اپنی فوقیت کو ثابت کیا ہے۔

ایک اور حقیقت جسے اقبال نے نوٹ کیا تھا' وہ یہ کہ اس وقت ابلیس کے سب سے بڑے ایجنٹ اور آلہ کار یہود ہیں' جنہوں نے نہایت شاطرانہ انداز میں بینکنگ کے نظام کے ذریعے پورے یورپ کو اپنے معاشی چنگل میں جکڑ لیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

این بنوک ' این فکرِ چالاکِ یہود
نُورِ حق از سینۂ آدم ربود!

چنانچہ پچھلی صدی کے اوائل ہی میں انہوں نے اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا تھا کہ ع

فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے!

اور وہ چیز اب بالکل عیاں ہو کر سامنے آ گئی ہے۔ اُس وقت تو وہ مشاہدے پر مبنی ایک خیال تھا' لیکن وہ خیال اب واقعتاً کھل کر ایک حقیقت کا روپ دھار چکا ہے۔ یہود اور

ابلیس میں جو چیز قدرِ مشترک ہے' اس کو اگر پہچان لیا جائے تو دورِ ابلیسیت کی اصلیت سمجھ میں آ جائے گی۔

ابلیس کا اصل مسئلہ کیا تھا؟ جب اسے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو اس نے کہا کہ ﴿اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۞﴾ "میں اس سے بہتر ہوں' تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا جبکہ اسے مٹی سے پیدا کیا۔" لہٰذا میں بلندتر ہوں اور اس کو سجدہ نہیں کر سکتا۔ اس تکبر کی بنا پر وہ اپنے مقام سے گرا اور مردود اور ملعون قرار پایا۔ اس کے سینے میں آدمؑ کے خلاف حسد کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ تبھی اس نے کہا کہ میں انسانوں کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ جہنم میں خود تو جاؤں گا ہی' اس کو انسانوں سے بھی بھروں گا۔ یہ اس کا چیلنج تھا کہ انہیں بھی ساتھ لے کر جاؤں گا کہ جن کی وجہ سے میں اس مقام سے محروم کر دیا گیا ہوں۔ ع قصہ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو؟ "جبریل و ابلیس" کے عنوان کے تحت ایک مکالمے کے انداز میں اقبال نے بڑی خوبصورتی سے اس بات کو واضح فرمایا ہے کہ ابلیس کے نزدیک جنت سے اسے نکالے جانے کا ذمہ دار آدم ہے' لہٰذا اس کے خلاف ایک حسد اور جوشِ انتقام ابلیس کے دل میں موجود ہے۔ بعینہٖ یہ مسئلہ یہود کا بھی ہے۔ آنحضور ﷺ کی بعثت کے بعد وہ بھی اسی قسم کی آزمائش سے دوچار ہوئے جس سے شیطان یا عزازیل حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم ملنے پر ہوا تھا۔ یہود نے آنحضور ﷺ کو اچھی طرح پہچاننے اور یہ جاننے کے باوجود کہ یہی وہ آخری نبی ہیں جن کے بارے میں پیشین گوئیاں ان کی الہامی کتابوں میں موجود ہیں' آنحضور ﷺ کی رسالت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کا مسئلہ بھی عصبیت' تکبر اور نسلی برتری کا تھا۔ بنی اسرائیل کا کہنا تھا کہ جب گزشتہ دو ہزار سال کے دوران تمام انبیاء اور رسول ہمارے قبیلے اور ہماری نسل میں مبعوث ہوئے' تمام آسمانی کتابوں کا نزول ہمارے ہاں ہوا تو اب یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم آخری نبی کو مان کر بنو اسماعیل کی برتری کو تسلیم کر لیں۔ چنانچہ ان کا تکبر سدِّ راہ بنا۔ پھر جب وہ ملعون قرار دیے گئے' **مغضوب علیھم** قرار پائے اور بنو اسماعیل اس

عظیم منصب پر فائز کر دیئے گئے جو اس سے قبل یہود کو حاصل تھا تو حسد کی آگ ان کے سینوں میں بھڑک اٹھی۔ مسلمانوں کے خلاف یہ آگ آج بھی دہک رہی ہے۔ چنانچہ جو آخری معرکہ ہے' وہ اقبال کے نزدیک بھی اصل میں اسلام اور ابلیسیت کے مابین ہو گا۔ اس وقت پورے روئے ارضی پر ابلیس کے سب سے بڑے ایجنٹ یہود ہیں۔ اس امر میں کوئی شک نہیں ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کا نعرہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ آج امریکہ پوری طرح یہود کی گرفت اور ان کے شکنجے میں ہے۔ اس طرح پوری دنیا میں سودی نظام کو بھی یہود ہی نے رائج کیا۔ مغرب میں فحاشی اور عریانی کے فروغ میں بھی یہود کا ہاتھ ہے۔ شیطان کے اصل ایجنٹ اس وقت یہی ہیں اور قیامت سے قبل حق و باطل کا جو آخری معرکہ ہونا ہے ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

اس میں مسلمانوں کے مقابلے میں یہود اور ان کے وہ حلیف شریک ہوں گے جن کی رگ جان ان کے پنجے میں ہے۔ وہ تمام قوتیں ایک طرف ہوں گی جبکہ دوسری طرف صرف مسلمان ہوں گے۔ اس آخری معرکہ کا وقت یقیناً بہت قریب ہے۔ اقبال نے اسے معرکۂ روح و بدن قرار دیا ہے۔

اس آخری معرکے کے حوالے سے اقبال نے اُمت کو بہت امید افزا پیغام دیا ہے' جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ صرف ترجمان القرآن ہی نہیں بلکہ ترجمان حدیث بھی تھے۔ صحیح احادیث میں یہ واضح پیشین گوئی ہے کہ قیامت سے قبل آخری فتح اسلام کی ہو گی اور یہ دین پورے کرۂ ارض پر اسی شان سے قائم و غالب ہو گا جیسے آنحضور ﷺ کے دور میں جزیرہ نمائے عرب پر قائم تھا۔ چنانچہ ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' واقعتاً اس اعتبار سے پڑھنے کے لائق ہے کہ اس کے ذریعے موجودہ دور کے اصل مسائل اور فتنہ انگیزیاں بھی نمایاں ہوتی ہیں اور اسلام کا اصل پیغام بھی سامنے آتا ہے۔ آج کے صوفی و ملا کی غالب اکثریت اسلام کی روح اور اصل حقیقت سے بہت دُور ہے۔ اصل اسلام' جس سے ابلیس کو خطرہ ہے' وہ اقبال نے اسی کی زبان سے کہلوایا ہے۔ ؎

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اِس اُمت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرارِ آرزو
خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشکِ سحر گاہی سے جو ظالم وضو
جانتا ہے' جس پہ روشن باطنِ ایام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں' اسلام ہے

یعنی ابلیس کے نزدیک اصل فتنہ وہ اشتراکیت نہیں جس کا اُس دور میں بڑا چرچا تھا' بلکہ اسے حقیقی اندیشہ اسلام سے ہے۔

عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں

شرعِ پیغمبر کی جو تفصیل اقبال نے ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' میں بیان کی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دین کا صحیح اور وسیع تر فکر علامہ اقبال پر کس درجے منکشف تھا۔ چنانچہ اس پہلو سے ان کا آخری پیغام یہ ہے کہ فیصلہ کن غلبہ بالآخر ابلیس کو نہیں بلکہ حق کی قوتوں ہی کو ہوگا۔

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

یعنی ہم اللہ کی جس بندگی کو بھلا چکے ہیں' وہ پھر یاد آئے گی۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے' لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے!

ان شاء اللہ!